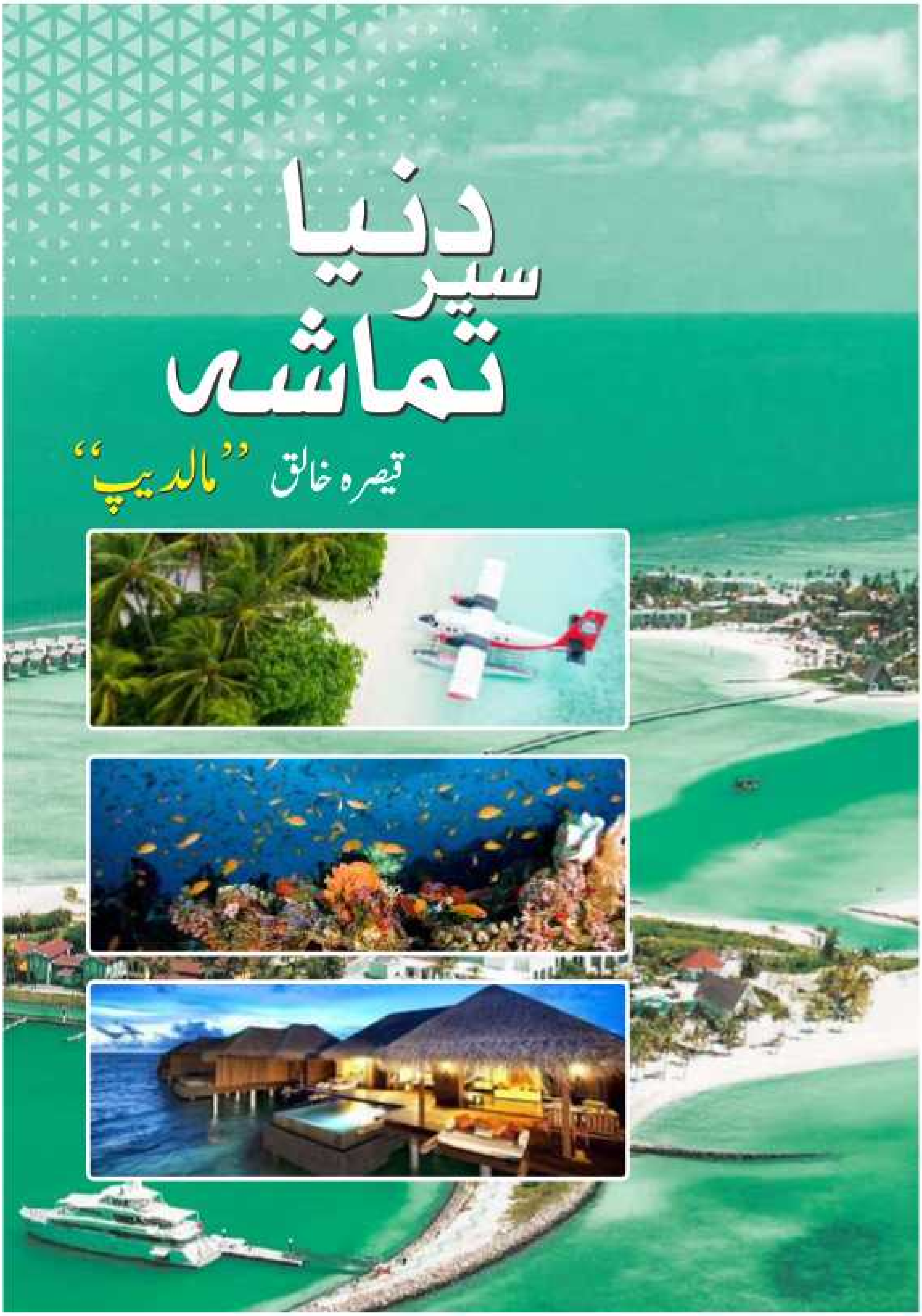
دنیا
سیر
تماشی
قیصرہ خالق
”مالدیپ“

دنیا سیر تماشہ

”مالدیپ“

(سلسلے کی دوسری کتاب)

قیصرہ خالق

Since 1969
علیگڑھ پبلشرز

ایڈیشن: ۲۰۲۲ء

علیگڑھ پبلشرز
غالب مارکیٹ، گلبرگ III، لاہور

فون نمبر: 042 3577 1801-5 (5 Lines)
info@aligarh.com.pk
aligarh.com.pk

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

اس کتاب کو یا اس کتاب کے کسی بھی حصے، لے آؤٹ، مرکزی خیال اور انداز تحریر کو مصنف یا ادارے کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر کسی بھی حالت میں نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی نقل کیا جا سکتا ہے۔ ادارہ اس کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کارروائی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

ISBN 969-513-000-0

"دنیا سیر تماشہ"

''مالدیپ''

زین اور زارا باغ کے ایک گوشے میں امرود کے درخت کے نیچے ٹھوڑیوں پر سر رکھے بیٹھے تھے۔ ڈھلتے سورج کی سنہری شعاعوں میں رنگ برنگے پھولوں کی چمک دیکھنے والی تھی۔ چڑیوں کی پیاری آوازیں اِس منظر کو اور بھی خوبصورت بنا رہی تھیں۔ فوارے کا گرتا ہوا پانی سورج کی کرنوں کا سہارا پا کر موتیوں کی طرح دمک رہا تھا۔ کہیں کہیں پانی کے قطرے میں دھنک کے رنگ بھی جھلملانے لگتے۔ چڑیوں کے لئے مٹی کے ایک پیالے میں دانہ رکھا ہوا تھا۔ وہ چینے آتیں، دانا چگ کر اپنی ساتھیوں سے کچھ باتیں کرتیں۔ فوارے کے پانی میں پَر پھیلا کر نہاتیں اور پھرُ سے اڑ کر کسی درخت پر جا بیٹھتیں۔ چڑیوں کے ساتھ ساتھ کبھی فاختہ، کبھی مینا اور کبھی کوئل بھی نظر آ جاتی۔ نہایت حسین نظارہ تھا۔ مگر زین اور زارا بے حد پریشان صورتوں کے ساتھ منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ سردیوں کی چھٹیاں تھیں۔ گھر میں ان کے ماموں کی شادی کا ہنگامہ تھا۔ ہر کمرے میں مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ خود زین اور زارا اپنے امی ابا کے کمرے میں زمین پر گدّے بچھا کر سو رہے تھے۔ چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں۔ انہیں چھٹیوں کا کام ختم کرنے کا کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ یہ بھلا چھٹیوں میں

اتنا کام کیوں دیا جاتا ہے۔ دونوں بیٹھے یہی سوچ رہے تھے۔

اتنے میں ایک گاڑی اندر آئی اور بڑی آپا کسی کے ساتھ گاڑی سے اُتریں۔ بچوں کو یہاں دیکھ کر وہ بھی باغ میں چلی آئیں۔ بڑی آپا بھی شادی کے سلسلے میں امریکہ سے آئی ہوئی تھیں اور انکے گھر میں ہی رہ رہی تھیں۔

بڑی آپا انکی اماں کی کوئی دوست تھیں یا کزن تھیں۔ یہ تو انہیں معلوم نہیں تھا مگر وہ بچوں سے بے حد پیار کرتی تھیں۔ اور انکی سب فرمائشیں پوری کرتی تھیں۔ تو اسطرح بچوں کا بھی ان سے بہت خاص محبت کا رشتہ تھا۔

اس وقت وہ اپنی ایک دوست کو ائیر پورٹ سے لے کر لوٹ رہی تھیں۔ گھر میں ایک اور مہمان کا اضافہ۔ زین اور زارا یہ سوچ رہے تھے۔

''ارے بھئی کیا ہوا''

تم دونوں یہ منہ پھلائے اکیلے اس گوشے میں بیٹھے کیا کر رہے ہو'' آپا نے حیران ہو کر پوچھا۔''

دونوں نے آپا کی ہمدردی پاتے ہی اپنی مشکل کی داستان بیک وقت تیز تیز سنانی شروع کی

''اوہو'' آپا ہنسنے لگیں۔

ذرا آہستہ بھئی اور باری باری بولو۔ ہم دونوں یہیں تمہارے پاس بیٹھتے ہیں۔

اچھا تو یہ بات ہے۔ سب کچھ سننے کے بعد وہ بولیں۔ ارے یہ اپنی دوست سے تو میں نے تمھیں ملوایا ہی نہیں۔ یہ روبی ہے ہم کالج میں ساتھ پڑھتے تھے یہ بھی امریکہ میں رہتی ہے۔ اس کو اپنے کام کے سلسلے میں پاکستان آنا تھا۔ تو میں نے اسکو بھی شادی میں شامل ہونے کی دعوت دے دی۔ یہ میری بچپن کی دوست ہے اور سارے خاندان کو جانتی ہے۔

زین اور زارا نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے بہت پیار سے دعائیں دیں۔

تم انہیں روبی آپا کہہ سکتے ہو۔ انہوں نے شادی نہیں کی۔ نیو یارک میں رہتی ہیں اور اور اقوام متحدہ کے لئے کام کرتی ہیں۔

''ارے واہ''

زارا اور زین نے بے حد متاثر ہو کر سوچا۔ پھر تو یہ خوب پڑھی لکھی اور بے حد لائق فائق ہوں گی۔

''اچھا دیکھو'' آپا چٹکی بجاتی ہوئی بولیں۔ تمہارے تمام مسائل کا حل میرے ذہن میں آ گیا ہے۔ ذرا مجھے روبی سے مشورہ کر لینے دو پھر میں ساری تفصیل تمھیں بتاتی ہوں۔ کل شام اسی جگہ ہم ملتے ہیں۔ شادی کے شور وغل سے ہٹ کر یہ پرُسکون گوشہ مجھے بھی بہت پسند آیا ہے۔ اب ذرا صورتیں درست کرو اور مسکراؤ۔ یہ روتی شکلیں تمہارے اوپر ذرا بھی اچھی نہیں لگتیں۔

زین اور زارا اسے تو اب وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔ پتہ نہیں آپا نے کیا سوچا ہے۔ مگر جو بھی ہوگا کچھ دلچسپ ہی ہوگا۔ دونوں بیٹھ کر اپنے اپنے ذہنوں میں اندازے لگاتے رہے۔ خدا خدا کر کے دوپہر کا کھانا ختم ہوا۔ دونوں تو جا کر اسی وقت امرود کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آخر سہ پہر کا وقت آیا اور آپا ہنستی ہوئی گھر سے نکلیں۔ روبی آپا بھی انکے ساتھ تھیں۔ دونوں آ کر بچوں کے پاس بیٹھ گئیں۔ اور جب انہوں نے سارا پروگرام بتایا تو دونوں بچے تو اُچھل پڑے کہاں تو اِنکے منہ لٹک رہے تھے اور کہاں چہرے کھِل اٹھے اور آنکھیں چمکنے لگیں۔

روبی ماحولیات کے بارے میں ایک ریسرچ کر رہی ہے۔ اِسکو پاکستان کے بعد اسی سلسلے میں مالدیپ جانا ہے۔ اس نے مجھے ساتھ جانے کی دعوت دی تو میں نے سوچا تم دونوں بھی ساتھ چلے چلو۔ وہاں پرسکون ماحول کے علاوہ سائنس، ماحولیات اور تاریخ کے حوالے سے ''تمہاری معلومات میں بے حد اضافہ ہوگا سکول کے کام میں مدد ملے گی۔ روبی سے میں پوچھ چکی ہوں۔ اسے کوئی اعتراض نہیں۔''

دونوں نے سوالیہ نظروں سے روبی آپا کی طرف دیکھا۔

''ارے نہیں بھئی ۔ اعتراض کا سوال ہی نہیں۔ میں امریکہ میں بھی سکولوں کے ساتھ بہت کام کرتی ہوں۔ مجھے بچوں کے ساتھ وقت گزارنا بہت اچھا لگتا ہے۔''

یہ پوری انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ گوگل کی طرح تمہارے ہر سوال کا جواب انکے پاس ہوگا۔ آپا مسکرا کر بولیں۔

تمہارے والدین سے میں نے اجازت لے لی ہے۔ ویزے اور ٹکٹ وغیرہ کے انتظام تک شادی سے بھی فرصت ہو جائے گی۔ تم لوگ اپنا سامان باندھ کر تیاری کر لینا ایک ہفتہ مالدیپ میں ہی گزاریں گے۔

دونوں نے اپنے کمرے میں پہنچتے ہی مالدیپ کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنا شروع کر دیں۔ انہوں نے نام ہی سن رکھا تھا۔ اسکے علاوہ انہیں اس کے بارے میں کچھ خاص واقفیت نہیں تھی۔

زین نے کمپیوٹر کھولا اور پڑھ کر زارا کو سنانا شروع کیا۔

مالدیپ جزیروں کا ایک سلسلہ ہے جس کی لمبائی 1300 کلومیٹر اور چوڑائی 130 کلومیٹر ہے۔ یہ خطِ استوا کے آدھا شمال اور آدھا جنوب میں سری لنکا اور جنوبی ہندوستان کے قریب واقع ہے۔ مالدیپ دنیا کے دس چھوٹے مگر حسین ترین ملکوں میں گِنا جاتا ہے۔ کہتے ہیں مالدیپ کا مطلب قدیم سنہالی زبان میں جزائر کا ہار ہے۔

مالدیپ دنیا میں ایک عظیم الشان قدرتی عجوبے کے طور پر مانا جاتا ہے۔ جبکہ دنیا کی بیشتر آبادی مٹی ریت یا پتھر پر بنے مکانوں میں رہتی ہے مالدیپ کی زمین (Coral) یعنی مونگے اور مرجان سے بنی ہے۔ قدیم زمانے سے مرجان کو زیور کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر میں موتی اور مرجان کا ذکر ملتا ہے جو سمندر سے نکالے جاتے ہیں۔

''ارے واہ''۔ زارا حیران ہو کر بولی۔ یہ تو خوب جگہ ہے۔

ہاں اور یہ دیکھو ایسا محسوس ہوتا ہے کسی نے بہت خوبصورت تصویر بنائی ہے۔ ایسی سرزمین تو کہیں نہیں دیکھی۔

اور جب انکا جہاز مالدیپ کے جزائر کے اُوپر پہنچا تو سچ مچ دونوں حیرت زدہ رہ گئے۔ آپا نے انہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ مالدیپ کو اُوپر فضاء سے دیکھنا ایک بے حد انوکھا تجربہ ہے۔ تو دونوں جہاز کی کھڑکیوں سے لگے بیٹھے تھے۔

گہرا نیلا سمندر اسکے اندر ایک فیروزی دائرہ پھر اسکے اندر ایک سفید دائرہ اور بیچوں ایک سبز دائرہ۔ پہلے تو وہ سمجھ ہی نہیں پائے کہ یہ ہے کیا؟ یوں محسوس ہوتا تھا کسی ماہر مصور نے اپنے برش سے یہ رنگوں کا چھڑکاؤ کر دیا ہے سارا سمندر ایک حسین جڑاؤ زیور کی طرح سجا دیا گیا ہے۔

بڑے جہاز سے اُتر کر جب انہیں ایک چھوٹے جہاز پر بٹھایا گیا۔ جو پانی میں بھی اُترنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو انہیں اندازہ ہوا کہ یہ قدرت کی کیا جادوگری ہے۔

پہلا فیروزی دائرہ وہ ہے جہاں سمندر کی گہرائی کم ہو جاتی ہے۔ پھر چاندی کی طرح چمکتی ریت کا ساحل اور اسکے بعد درختوں سے ڈھکی ہوئی زمین۔ کم و بیش اسی شکل کے تقریباً ایک ہزار (1000) جزیرے اس سمندر پر بکھرے ہوئے ہیں۔ جن کا مجموعہ مالدیپ کہلاتا ہے

اِنکا جہاز مالے پر اُترا تھا جو یہاں کا دارالخلافہ اور بڑا شہر ہے۔ چھوٹے جہاز پر بٹھا کر انہیں اس جزیرے پر لے جایا گیا جہاں اِنکا قیام تھا۔ یہ پورا جزیرہ ایک ہوٹل یا تفریحی مقام ہی ہے۔

مقامی آبادی الگ کچھ جزیروں پر رہتی ہے۔ یہ اور اسطرح کے کئی اور جزیرے صرف سیاحوں کے لئے ہی ہیں۔

زین اور زارا کو تو سب ایک خواب کی طرح ہی لگ رہا تھا۔ چونکہ مقامی معیشت کا انحصار سیاحت پر ہی ہے تو یہاں آنے والوں کے لئے ہر جدید سہولت مہیا کی گئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہاں کا قیام خاصا مہنگا پڑتا ہے۔ مگر بچوں کو تو اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ انہیں تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی جادونگری میں آ گئے ہیں۔ آپا اور روبی آپا بچوں کی حیرت اور مسرت سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

جب تک ہم یہاں قیام کریں گے تمہیں یوں محسوس ہوگا۔ ہم کوئی شاہی مہمان ہیں۔ روبی آپا

جہاز سے اترتے ہوئے بولیں۔ خوب خاطر تواضع ہوگی۔ میں نے یہاں رہنے کے لئے ایک ایسے گھر کا انتخاب کیا ہے جو سمندر کے کنارے گھنے درختوں کے اندر بنایا گیا ہے۔
ایک چھوٹی سی گاڑی میں جسے گالف کارٹ Golf Cart کہتے ہیں بٹھا کر انہیں اس گھر کی جانب لے جایا گیا۔ باہر سے تو وہ ایک جھونپڑا ہی نظر آتا تھا جسے دومنزلہ ستونوں پر اٹھایا گیا تھا۔ ستونوں کے گرد ناریل کے درختوں کی چھال لپیٹ دی گئی تھی کہ ایسے محسوس ہو گویا یہ درختوں کے تنوں پر ہی کھڑا ہے۔ لکڑی کی سیڑھیوں پر بھاگتے ہوں زین اور زارا اندر داخل ہوئے۔ نہایت خوبصورتی سے سجا ہوا یہ گھر کسی بڑے شہر کی عالیشان رہائش گاہ سے کم نہیں تھا۔ اسکے باوجود یہ احساس ہوتا تھا کہ آپ قدرت کے بے حد قریب ہیں۔ ہر طرف سے گھنے درخت یا سمندر کا نظارہ۔ غسلخانہ تو اتنا کشادہ کہ فٹ بال کھیل لیں۔ باہر سوئمنگ پول Swimming Pool اور اسکے گرد لکڑی کے عرشے پر خوب آرامدہ کرسیاں، میز پر تازہ پھلوں کی خوشنما ٹوکری۔

زارا کو پھل پسند ہیں۔ وہ تو بیٹھ کر کچھ کھانے لگی۔ زین رسی سے لٹکی ایک جھولا نما کرسی پر جھولنے لگا۔

روبی آپا انکی حالت سے خوب لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

''اچھا بھئی''۔اب آرام کرو کل صبح سے چھٹیوں کا کام شروع۔ یہاں تمہیں خوب پرسکون ماحول ملے گا۔ روزانہ کچھ گھنٹے ہم سمندر پر گزاریں گے۔ تمہیں بہت سی نئی باتیں سیکھنے کا موقع ملے گا۔

''بچو تمہیں پتہ ہے کہ کورل کیا ہے''

روبی آپا نے سمندر کی جانب چلتے ہوئے پوچھا۔

ہاں میں نے ٹی وی پر دیکھا ہے۔ سمندر کی تہہ میں اُگے رنگ برنگے پودے ہوتے ہیں۔

زارا نے جواب دیا۔

یہی تو مزے کی بات ہے۔ اگر چہ دیکھنے میں یہ پودے ہی نظر آتے ہیں۔ مگر دراصل ایک ننھی منی مخلوق ہے جسے الگ الگ صرف خوردبین کے ذریعے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کی طرح بڑی بڑی آبادیوں میں اکٹھی رہتی ہیں۔ یہ حیرت انگیز مخلوق خود ہی پیدا ہوتی ہے۔ پھلتی پھولتی ہے اور پھر اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔

ایک طرح سے انکے ڈھانچوں سے پتھریلی پہاڑیاں بن جاتی ہیں جنہیں کورل ریف Coral Reef کہا جاتا ہے۔

تو کیا یہ زمین جس پر ہم کھڑے ہیں دراصل انکے ڈھانچوں سے بنی ہے۔ زارا نے حیران ہو کر پوچھا۔

بالکل اس سے بھی زیادہ دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ مالدیپ کے جزیرے سطح سمندر کے نیچے چھپے آتش فشاں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہیں۔ انہی پہاڑوں کی چوٹیوں پر یہ مرجانی چٹانیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں ہر آبادی کو Attol یا اڈل کہا جاتا ہے۔ مالدیپ تقریباً 200 دوسو

مرجانی چٹانوں سے بنا ہے جن میں سے ہر ایک پر کئی جزیرے قائم ہیں۔ جزیرے وہاں بنتے ہیں جہاں مرجانی چٹان یعنی اٹول کا کچھ حصہ سمندر کی سطح کے اوپر ہے۔

پہلے ڈھانچے پھر آتش فشاں۔ زارا نے سہم کر زین کا ہاتھ تھام لیا۔

ارے بھئی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ روبی آپا نے اسے دلاسا دیا۔ تم تو صرف یہ دیکھو کہ یہ چٹانیں اپنے طرح طرح کے شوخ رنگوں کے ساتھ نہ صرف ایک دلفریب منظر پیش کرتی ہیں۔ بلکہ سمندر، میں رہنے والی %25 پچیس فیصد مچھلیوں کے لئے رہنے اور انکی افزائش نسل کی محفوظ جگہ مہیا کرتی ہیں۔

سمندر کے کنارے ایک مقامی آدمی انکا انتظار کر رہا تھا۔

یہ علی ہے۔ آپا نے تعارف کروایا یہ ہمارے آج کے اُستاد اور رہنما ہیں۔ اب تم لوگ Snorkeling سنار کلنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ارے تو ہم سمندر کے اندر جائیں گے زین بڑے جوش سے خوش ہو کر بولا۔ میں نے فلموں میں دیکھا ہے۔ بہت مزا آتا ہو گا۔

''ہاں بھئی'' کورل کی پہاڑیوں کی اصل خوبصورتی تو سطح سمندر کے نیچے ہی جا کر نظر آتی ہے۔

سب سے پہلے علی نے انہیں سنارکلنگ Snorkeling کا مخصوص لباس پہنایا۔ جس میں ماسک، سانس لینے کی ٹیوب، لائف جیکٹ اور چپوٹما جوتے شامل تھے۔ شروع میں تو کم گہرے سمندر میں ہی تھوڑی سی مشق کی۔ اسکے بعد گہرے سمندر میں اترنے لگے۔ زین کو بہت ہی لطف آ رہا تھا۔

زارا ذرا گھبرا رہی تھی تو علی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپا بھی ساتھ ہی تھیں۔

جب ایک بار سمندر کی سطح سے نیچے جانے لگے تو وہاں کے منظر نے ہر ڈر بھلا دیا۔ رنگوں کا ایک طوفان تھا۔ کورل کے رنگ۔ اور طرح طرح کی مچھلیوں کے رنگ۔

دنیا میں کورل کی تقریباً چھ ہزار مختلف اقسام ہیں۔ انکی اہمیت انکی خوبصورتی کے باعث ہی نہیں ہے۔ یہ سمندر کے ساحلوں کو محفوظ رکھتی ہے۔ پانی کو شفاف بناتی ہے اور سمندری مخلوق کے لئے محفوظ شہروں کا کام دیتی ہے جہاں وہ اطمینان سے اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔

کورل کو چھونا نہیں ہوتا کیونکہ یہ بہت نازک اور حساس پودا ہے۔

سمندر کے اندر حسین نظاروں سے خوب لطف اٹھا کر بچے اچھا خاصا تھک گئے۔ اب موسم بھی کچھ گرم ہو چلا تھا۔ صبح سویرے ان جزیروں پر عموماً بادل ہوتے ہیں۔ اس وقت سمندر

میں صرف مقامی مچھیروں کی کشتیاں نظر آتی ہیں کچھ دیر بعد سیاحوں کی ٹولیاں نکلتی ہیں۔ ہر طرح کی آبی تفریح کا یہاں انتظام ہے۔ کچھ اپنی چپو والی کشتیاں چلا کر یہاں کا مزا لے رہے تھے اور کچھ سمندر کے معتدل پانی میں تیر رہے تھے

نہا دھو کر اور کپڑے بدل کر سب کھانے کے کمرے میں پہنچے جو ہرے بھرے درختوں اور پھولوں سے لدی بیلوں سے گھرے ہوئے ایک چھپڑ کے نیچے ہے۔ سب کو خوب بھوک لگ چکی تھی۔ یوں تو طرح طرح کے کھانے میسر تھے مگر سب نے تازہ مچھلی سبزی اور پھلوں کو ہی پسند کیا۔

لو بھئی بچو آج کی تفریح ختم اب واپس کمروں میں جا کر کچھ دیر آرام کرو پھر سکول کا کام شروع۔ کل تمہارے لئے ایک اور خاص پروگرام ہے۔ صبح ہی تمہیں معلوم ہوگا۔

اگلے دن پتہ چلا کہ آج ایک کشتی میں انہیں جزیروں کی سیر کرائی جائے گی۔
سب سے پہلے تو کشتی گہرے سمندر میں روکی گئی اور کچھ سیاح Scuba Diving کے لئے تیار ہو گئے Snorkeling میں آپ پانی کی سطح کے قریب تیرتے ہیں مگر Scuba Diving میں گہرے سمندر میں اترنا ہوتا ہے۔ آپا نے انہیں بتایا۔ اسکا لباس بھی زیادہ پیچیدہ ہے اور تیرنے والوں کو بھی خاص مہارت حاصل ہوتی ہے۔
یہاں سے نکلے تو انہیں ایک مقامی آبادی کے جزیرے کی طرف لے جایا گیا۔ ایک ماہر گائیڈ ساتھ ساتھ مختلف معلومات بھی مہیا کر رہا تھا۔ مالدیپ کے تقریباً ایک ہزار جزیروں میں سے صرف دو سو پر آبادی ہے۔ سیاحوں کے جزیرے بالکل الگ ہیں۔ وہاں صرف وہی مقامی لوگ جاتے ہیں جو وہاں کام کرتے ہیں۔ انکی پرآسائش زندگی کے مقابلے میں مقامی لوگوں کا رہن سہن بالکل سادہ ہے اور وہ اپنی اس پرسکون زندگی میں خوش ہیں۔

اُسی 80 فیصد لوگ کبھی اپنے جزیروں سے باہر نہیں نکلتے مرد مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ خواتین گھر اور بچے سنبھالتی ہیں۔ مقامی جزیرے پر اترے تو سب سے پہلے اُن کی تواضع ناریل کے پانی سے کی گئی۔ یہاں ناریل کے درختوں کی بہتات ہے اور ان درختوں کی انکی زندگی میں خاص اہمیت ہے۔

کچھ پرانے گھر کورل کے پتھروں سے بنائے گئے ہیں مگر اب کورل کی حفاظت کے پیش نظر اس پر پابندی ہے۔ جزیرے کی خوبصورت ملائم ریت پر سب ننگے پاؤں چل رہے تھے تو بچوں نے بھی جوتے اُتار دئے اور ریت پر دوڑنے بھاگنے کا خوب مزا لیا۔

مالدیپ کا تعلیمی نظام کیسا ہے؟ روبی آپا نے گائیڈ سے سوال کیا۔

سرکاری سکولوں میں تعلیم مفت ہے۔ یہاں کے تقریباً تمام لوگ لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ سکول کے بعد کالج کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ اگر کوئی شہری اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہے تو اسے ہندوستان یا سری لنکا جانا پڑتا ہے۔ مگر زیادہ تر لوگ اپنے ان حسین جزیروں اور پرسکون زندگی کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے۔ گائیڈ نے بتایا۔

سچ تو ہے۔ روبی آپا بولیں۔ اردگرد نظر دوڑاؤ۔ یہ گہرا نیلا اور فیروزی شفاف سمندر، سنہری روپہلی ملائم ریت، سرسبز درخت، یہاں کی تو ہوا میں جیسے ایک سُرور سا ہے۔ بھلا جو یہاں پیدا ہوا ہو وہ گنجان آباد گرد آلود شہروں میں کہاں خوش رہ سکتا ہے۔

کیا یہاں کے لوگ مسلمان ہیں؟ ایک مسجد دیکھ کر زین نے سوال کیا۔

جی ہاں گائیڈ نے بتایا مالدیپ ایک اسلامی ملک ہے۔ بارھویں صدی میں اسلام یہاں جنوبی افریقہ سے آنے والے عرب تاجروں کے ذریعے آیا۔ اس سے پہلے یہاں کے لوگ بدھ مت کے پیرو تھے۔ یہاں کے راجہ نے اسلام قبول کر لیا اور سلطان کہلانے لگا۔ کچھ عرصے میں تمام رعایا بھی مسلمان ہو گئی۔

مالدیپ بہت کم آبادی کا ملک ہے۔ اور یہاں کے لوگ بہت صلح پسند اور امن و امان سے رہنے والے لوگ ہیں۔ عربوں کے قدیم زمانے سے مالدیپ سے تجارتی تعلقات تھے۔ آپ نے شاید کوڑی کے بارے میں سنا ہو۔ یہ گھونگے کی ایک قسم ہے جسے ایشیا اور افریقہ میں سکےّ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اور یہ مالدیپ کے سمندر میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔

ہاں بچوں کو تو شاید نہ معلوم ہو مگر ہم نے تو کوڑی کے بارے میں سنا ہوا ہے۔ ہے نا روبی۔ بالکل اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میری نانی اماں کے پاس کچھ کوڑیاں ہوتی تھیں جن سے بچپن میں ہم کھیلا بھی کرتے تھے۔

اور ہمارے ہاں کوڑیوں کے بارے میں بہت سے محاورے بولے جاتے ہیں۔ مثلاً کوڑی کوڑی کو محتاج ہونا۔ کوڑیوں کے دام بک جانا یا کسی کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ ہونا۔

توبس عربوں کے جہاز یہاں لنگر ڈالتے۔ تازہ پھل، مچھلی اور پانی حاصل کرتے اپنے جہاز کوڑیوں سے بھرتے اور اسکے بدلے مقامی لوگ ان سے چاول حاصل کرتے چونکہ یہاں زمین نہیں ہے اسلئے کچھ مخصوص پھلوں کے علاوہ کوئی غلہ پیدا نہیں ہوسکتا۔

یہ تو خوب دلچسپ معلومات ہمیں آج حاصل ہوئیں ۔ ہے نا بچو۔ آپا نے پوچھا۔

جی آپا یہ سب تو ہمارے لئے نئی باتیں ہیں۔

عرب سیاح ابن بطوطہ بھی تو مالدیپ آیا تھا۔ اس نے اپنے سفر نامے میں یہاں کا بہت ذکر کیا ہے۔ روبی آپا نے بتایا۔

یہ تو بہت مزے کی بات ہے۔ زین بولا میرے چھٹیوں کے کام میں مجھے ایک مضمون لکھنا ہے۔ ماضی کی کسی مشہور ہستی کے بارے میں ۔تو کیوں نہ میں ابن بطوطہ کے یہاں کے سفر کے بارے میں لکھ لوں۔

بالکل بہت اچھا خیال ہے۔ زین روبی آپا بولیں۔ بہت دلچسپ مضمون ہوگا اور مجھے یقین ہے۔ کہ بالکل الگ اور تمہارے دوستوں کے لئے نیا بھی۔

تو پھر آج ہم ابن بطوطہ کے یہاں کے سفر کے بارے میں ہی بات کرتے ہیں۔ ابن بطوطہ

نے بھی ان جزائر کو دنیا کے ایک قدرتی عجوبے کے طور پر مانا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ان جزائر کے گرد جو دائرہ بنتا ہے۔ اس میں سے جہاز کے داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے۔ اور قریب پہنچے پر ایک مقامی ملاح ہی جہاز کو بڑی مہارت سے اس راستے سے گزارتا اور لنگر انداز کرتا ہے۔ یہاں کی ایک خاص چیز ناریل کی چھال سے بٹی ہوئی خاص قسم کی رسیاں ہیں جو لکڑی کے جہازوں کے تختوں کو آپس میں باندھنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ انکی وجہ سے جہازوں کے تختوں میں ایک لچک آجاتی ہے اور انہیں گھمانا یا موڑنا آسان ہوجاتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ مالے جہاں سلطان رہتا ہے کا نام ہندوستانی لفظ محل سے بنا ہے۔ جو کثرت استعمال سے بدل کر مالے بن گیا۔

چونکہ اس جزیرے میں سلطان کا قیام ہے اسلئے اسے شروع میں محل ہی کہا جاتا تھا۔

یہاں کوئی غلہ پیدا نہیں ہوتا یہ لوگ ایک خاص قسم کی مچھلی پکڑ کر اسے ناریل کے پتے میں لپیٹ کر پکاتے ہیں۔ ناریل کی انکے ہاں بہت اہمیت ہے یہ اُس سے دودھ تیل اور شہد حاصل کرتے ہیں۔

یہاں کے لوگ نیک سیرت صلح پسند اور خوددار ہیں۔ انکے جسم کمزور ہیں اور لڑائی جھگڑے یا جنگ سے دور بھاگتے ہیں۔

صفائی پسند ہیں۔ اپنے جزیروں کو صاف ستھرا رکھتے ہیں اور دن میں دوبار نہاتے ہیں۔
گلیاں صاف ستھری رکھتے ہیں اور ان میں ننگے پاؤں چلتے ہیں۔

یہ تو ہم خود بھی دیکھ چکے ہیں۔ زین نے سوچا۔

ابن بطوطہ کے زمانے میں یہاں کی حکمران خدیجہ نام کی ایک خاتون تھی۔ اسکا شوہر وزیر تھا اور وہ دونوں مل کر حکومت چلاتے تھے۔ عورتوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی جس پر ابن بطوطہ نے کافی حیرت ظاہر کی۔ خدیجہ سلطانہ کہلاتی تھی۔ اسکے احکامات ناریل کے پتے پر چاقو کی نوک سے لکھے جاتے تھے۔ سلطانہ کی فوج صرف ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جو زیادہ تر دوسرے ملکوں سے یہاں آئے تھے۔ تنخواہ کے طور پر انہیں چاول دیئے جاتے تھے۔ ابن بطوطہ کو سلطانہ نے ایک علاقے کا قاضی مقرر کر دیا۔ اسکی خوب خاطر مدارت کی اور ایک لاکھ کوڑیاں بھی دیں۔

یہ ابن بطوطہ تھا کون ...؟ زارا نے سوال کیا۔

روبی آپا ہنسنے لگیں۔ لو دیکھو بھلا۔ زارا نے یاد دلایا۔ زین سب سے پہلے تمہیں ابن بطوطہ کے متعلق کچھ عام معلومات لکھنا ہوں گی۔ اُسکے مالدیپ کے سفر کی باتیں لکھو اور پھر ساتھ کچھ

اپنے سفر کا ذکر بھی کردو۔

ابن بطوطہ ایک مشہور و معروف سیاح تھا۔ جو 1325 میں مراکش میں پیدا ہوا جسے ہم انگریزی میں Morocco کہتے ہیں اسکا خاندان اسلامی قانون یعنی فقہ کا علم رکھتا تھا۔ اسلئے انہیں قاضی کہتے تھے۔ اکیس سال کی عمر میں وہ اپنے وطن سے دنیا کی سیر کرنے اور اسکے عجائبات کا کھوج لگانے نکلا۔ بہت سے ممالک میں گھوما پھرا، اور کئی جگہ قیام کیا، اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کہ اس نے تہتر ہزار (73000) میل سفر کیا جو اطالوی سیاح مارکو پولو سے پندرہ ہزار (15000) میل زیادہ ہے۔

تیس سال سے زیادہ عرصے میں اس نے ایشیا افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک کا سفر کیا جن میں عرب ممالک کے علاوہ ترکی، چین، ہندوستان اور سپین بھی شامل ہیں۔ جب وہ گھر سے نکلا تو اسکا ارادہ سب سے پہلے مکہ معظّمہ جا کر حج کرنے کا تھا۔

اس زمانے کے سفر کی رفتار کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ عام طور پر مکہ پہنچنے میں اسکے وطن سے جو جنوبی افریقہ میں ہے سولہ (16) مہینے لگ جاتے تھے۔ اسے چونکہ اپنے زمانے کی دنیا کے حالات جاننے سے دلچسپی تھی اسلئے وہ اکثر قافلوں کے ساتھ شامل ہو جاتا پھر جہاں چاہتا قیام کر لیتا۔ اور عام طور پر اپنائے جانے والے راستوں سے ہٹ کر گھومتا پھرتا اپنی منزل پر پہنچتا۔ اسکا سفر نامہ جو عربی میں لکھا گیا اور ''اَلرِّحلہ'' کے نام سے مشہور ہے

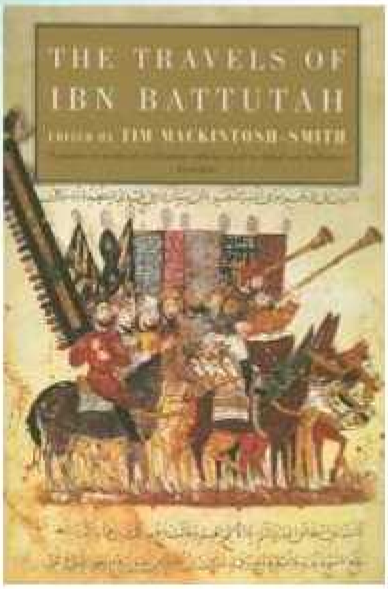

سیاحت کی دنیا میں بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔
بعد میں اسکے انگریزی سمیت کئی زبانوں میں ترجمے کئے گئے اور اس پر فلمیں بھی بنیں۔اس نے اپنے سفرنامے کے پہلے صفحے پر لکھا ہے کہ یہ ان لوگوں کے لئے ایک تحفہ ہے جو نت نئے شہروں کے عجائبات کا کھوج لگاتے اور سیاحت کی حیرت انگیز دنیا کو دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

دیکھو روبی۔اس ایک جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عام سیاحوں سے ہٹ کر ایک نئی نظر سے دنیا کو دیکھتا تھا۔

ویسے آپا یہ کیا نام ہوا؟۔ ابن بطوطہ۔۔۔ زارا بولی۔

آپا ہنسنے لگیں۔صحیح کہتی ہو زارا۔ یہ عربوں کے نام رکھنے کا طریقہ باقی دنیا سے بالکل الگ ہے۔ویسے اسکا نام شمس الدین ابوعبداللہ محمد تھا مگر مشہور وہ ابن بطوطہ کے نام سے ہی ہوا۔

تو وہ مالدیپ میں کتنی دیر رہا آپا؟ زین نے پوچھا۔

ابن بطوطہ نے مالدیپ میں نو مہینے قیام کیا۔ اسکے بطور قاضی کچھ فیصلوں پر وزیر سے

اختلافات ہوگئے اور وہ مالدیپ سے سراندیپ کی طرف روانہ ہوگیا جسے آج کل سری لنکا کہتے ہیں۔

سراندیپ، مالدیپ، لنکا دیپ، کتنے خوبصورت افسانوی اور پراسرار سے نام لگتے ہیں نا۔ روبی آپا بولیں۔

پرانی داستانوں میں ان جگہوں کا بہت ذکر ملتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فارسی نام تھے۔ عربی میں چونکہ پ کا حرف نہیں ہوتا تو اسے ب سے بدل دیا گیا۔ یہ نام اندلس کی اسلامی سلطنت سے یورپ پہنچا۔ ہسپانوی (Spanish) زبان میں ب کو انگریزی حرف V یا اُردو حرف و کی طرح بولا جاتا ہے۔ تو یہ نام انگریزی میں مالدیو Maldives بن گیا۔

ہاں آپا مختلف قوموں کا حرفوں کو بولنے کا مختلف طریقہ ہے۔ جیسے یہاں کا سکہ جسے رُفیہ کہتے ہیں یہ روپیہ کی ہی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ زین بولا۔

شاباش زین یہ تم نے بہت ہی پتے کی بات سوچی۔

روبی آپا بولیں۔ ذہین بچوں میں غور و فکر کی عادت ہونی چاہیے تا کہ رٹی رٹائی باتیں ہی نہ بولیں بلکہ خود اپنی سمجھ بوجھ کا بھی استعمال کر سکیں۔

اب واپسی کے سفر کا وقت تھا تو گائیڈ بھی قریب آ گیا۔ آپ لوگوں نے سراندیپ کے شہزادوں کی کہانی تو ضرور سنی ہوگی۔ اس نے پوچھا۔

ہم نے تو نہیں سنی۔ زین اور زارا بولے۔ آپ ہمیں سنائیں۔

یہ زمانہ قدیم کی داستان ہے جب کہانیاں سنانا بھی ایک فن کا درجہ رکھتا تھا۔ کہانیاں سننا اور سنانا ہی تفریح کا ایک ذریعہ تھا۔ اور زیادہ تر داستانیں بادشاہوں، شہزادوں، شہزادیوں، پریوں، جنوں اور جادوگروں کے گرد ہی گھومتی تھیں۔ یہ کہانی سب سے پہلے 1302 میں امیر خسرو کی کتاب ''ہشت بہشت'' میں لکھی گئی۔ 1557ء میں اسکا اطالوی Italain زبان میں ترجمہ ہوا۔ یہ وینس Venice میں چھاپی گئی اور پھر رفتہ رفتہ اسکے انگریزی تراجم ہوئے۔ اس کہانی کے ذریعے انگریزی میں لفظ Serendepity شامل ہوا جو دراصل سراندیپ سے بنایا گیا ہے۔

اس لفظ کا مطلب کیا ہے بھلا..؟ زین نے حیران ہو کر پوچھا۔

گائیڈ ہنسنے لگا آپکو معلوم ہے کہ یہ انگریزی کے ان دس لفظوں میں گنا جاتا ہے جس کا ترجمہ کرنا بیحد دشوار ہے۔

میں تمہیں سمجھاتی ہوں روبی آپا بولیں۔ اسکا مطلب ہے کہ بغیر ڈھونڈے اچانک کسی کو بہت خوشگوار تجربہ ہو جائے۔ جیسے صحیح وقت اور صحیح جگہ پر ہونے کی وجہ سے خوش قسمتی انسان کا ساتھ دے دیتی ہے۔

پتہ ہے روبی سائنس کی دنیا میں بھی اس لفظ کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ کوئی سائنسدان

اچانک کچھ ایسا دریافت کر لیتا ہے جو وہ دراصل ڈھونڈ نہیں رہا ہوتا۔ جیسا کہ 1928 میں سر الیگزنیڈر فلیمنگ کی پنسلین کی دریافت یا1945 میں پرسی سپنز کی مائیکروویواوون Microwave Oven کی دریافت۔

مگر کہانی تو ہم نے سنی ہی نہیں۔ زارا بولی۔

ہاں بھئی آپا کہنے لگیں ہم ان مشکل باتوں میں الجھ گئے چلئے آپ بچوں کو کہانی تو سنائیے۔

قدیم زمانے کا ذکر ہے کہ جب سراندیپ ایک بہت عظیم سلطنت تھی اور اس پر ایک طاقتور بادشاہ کی حکومت تھی۔ بادشاہ کے تین بیٹے تھے جن کی تعلیم و تربیت کا اس نے خاص خیال رکھا تھا۔ بادشاہ اپنے بیٹوں سے بیحد محبت کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ شہزادے ان تمام علوم و فنون کے ماہر ہو جائیں، جن کی شاہی خاندان میں ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان میں وہ تمام خوبیاں ہوں، جو ایک شہزادے کے شایانِ شان ہوتی ہیں۔ اس نے انکے لئے بہترین استادوں کا انتظام کیا اور انہیں کہا کہ جب انکے نزدیک شہزادوں کی تربیت مکمل ہو جائے تو وہ دربار میں باری باری پیش کیے جائیں۔

ہر شہزادے کو بادشاہ یہ پیشکش کرتا ہے کہ اب وہ تاج و تخت کی ذمہ داری سنبھال لے۔ مگر تینوں شہزادے اپنی باری پر یہی جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ خود ہر لحاظ سے ان سے بہتر ہے اسلئے حکومت کے لئے اپنی نسبت وہ اپنے باپ کو زیادہ اہل سمجھتے ہیں۔ اگرچہ باپ انکے اس جواب سے خوش بھی ہوا مگر اُسے یہ افسوس بھی ہوا کہ شہزادوں کی تعلیم و تربیت نامکمل رہ گئی اس نے سوچا کہ اب تک وہ محلوں کے عیش و آرام میں پلے بڑھے ہیں باہر کی دنیا کا انہیں کوئی تجربہ نہیں تو وہ انہیں حکم دیتا ہے کہ اسکی سلطنت فوراً چھوڑ کر چلے جائیں۔ عام انسانوں کی طرح وقت گزاریں اور زندگی کی سختیوں کا بھی کچھ تجربہ کریں۔

شہزادے ایک جہاز پر بیٹھ کر فارس کی عظیم سلطنت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ جہاں ایک بیحد طاقتور بادشاہ کی حکومت ہے، جسکا نام بہرام ہے۔ جیسے ہی وہ جہاز سے اتر کر بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ انہیں راستے میں کچھ نشانات نظر آتے ہیں عام

آدمی شاید انہیں محسوس بھی نہ کرے۔ مگر شہزادے بیحد ذہین اور ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کی طرف توجہ کرنے کی عادت کی وجہ سے ان نشانات اور آثار کو دیکھ کر ایک نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

جب وہ بہرام بادشاہ کے دربار میں پہنچتے ہیں تو ایک تاجر بادشاہ سے فریاد کر رہا ہے کہ اسکا اونٹ کھو گیا ہے۔

شہزادے اس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اسکا اونٹ لنگڑا ہے؟

وہ کہتا ہے ہاں

کیا وہ صرف ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہے؟

ہاں

کیا اسکا ایک دانت غائب ہے؟

ہاں

کیا اسکے اوپر ایک طرف گھی اور دوسری شہد لدا ہوا تھا؟

ہاں

تو پھر وہ فلاں راستے سے گزرا ہے۔

تو کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟

شہزادے کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا تو نہیں مگر ہم نے کچھ نشانات دیکھے ہیں۔

تاجر نے تو یہ سن کر واویلا مچا دیا کہ ضرور انہوں نے ہی اونٹ چوری کیا ہے۔ دیکھے بغیر یہ اونٹ کی اتنی صحیح پہچان کیسے بتا سکتے ہیں۔ بادشاہ سلامت یہ چور ہیں انہیں سزا دیجئے۔

بادشاہ پوچھتا ہے کہ انہوں نے کیا نشان دیکھے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ کہ راستے میں گھاس صرف ایک طرف سے کھائی گئی تھی۔ اس سے ہمیں یہ سمجھ آئی کہ اونٹ صرف ایک طرف سے دیکھ سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ جہاں سے وہ گھاس کھاتا تھا اونٹ کے دانت کے برابر ایک حصہ گھاس وہیں موجود رہتی تھی۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلا کہ اسکا ایک دانت نہیں تھا۔

تمام راستے پر اونٹ کے چار پیروں کی بجائے صرف تین پیروں کے نشان تھے تو ظاہر ہے کہ اونٹ ایک پیر سے لنگڑا تھا۔ جہاں سے بھی وہ گزرا اسکے ایک طرف مکھیوں کے غول تھے اور دوسری طرف چونٹیوں کے جھنڈ۔ تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اُس کے ایک طرف گھی اور دوسری طرف شہد لدا ہوا تھا۔

پیشتر اسکے کہ بہرام بادشاہ کوئی فیصلہ کرتا۔

ایک مسافر دربار میں داخل ہوا اور اس نے کہا کہ اسے ریگستان میں بھٹکتا ہوا ایک اونٹ ملا ہے اور وہ اسے بادشاہ کے دربار میں لے آیا ہے کہ جس کا ہو وہ حاصل کر لے۔

جب اونٹ بالکل ویسا ہی ثابت ہو گیا جیسا شہزادوں نے بیان کیا تھا تو بادشاہ انکی ذہانت و

فراست سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے انہیں اپنے دربار میں خاص جگہ دی۔ اسکے بعد شہزادے بہت سی خطرناک مہمات میں شریک ہوئے اور ہر جگہ انہوں نے اپنی ذہانت اور معاملہ فہمی سے کامیابی حاصل کی۔

تو وہ واپس اپنے ملک چلے گئے۔ زارا نے پوچھا۔

ہاں جب انہوں نے ہر رنگ میں زندگی کے تجربے حاصل کر لئے تو وہ واپس اپنے ملک چلے گئے اور اپنی سلطنت کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔

جب یہ کہانی انگریزی میں ترجمہ ہوئی تو شہزادوں کی اس خاص خوبی کو Serendepity کا نام دیا گیا۔ چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کو محسوس کر کے اس سے کوئی خاص نتیجہ نکال لینے کی حس۔ ہوشیار جاسوس ایسے ہی ذرا ذرا سے نشانوں سے سراغ لگا کر مجرم تک پہنچ جاتے ہیں۔

واہ یہ تو خوب مزے کی کہانی ہے۔ زین بولا

انہی باتوں میں وقت طے ہو گیا اور وہ اپنے جزیرے پر پہنچ گئے۔

اگلے دن انکے لئے شام کا ایک خاص پروگرام تھا۔ چونکہ مالدیپ کی کل آبادی بس ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب ہی ہے۔ اسکے علاوہ کوئی گاڑیاں یا کارخانے نہیں ہیں تو فضا بے حد صاف شفاف ہے۔ اسکے علاوہ عین خط استوا پر واقع ہونے کی وجہ سے یہاں غروب آفتاب کا نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سورج ڈوبنے کا پورا منظر صرف بیس منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ سورج آپکے سر کے بالکل اوپر ہوتا ہے اور آپ ایک پوری طرح روشن شام کا مزہ لے رہے ہوتے ہیں۔ اور اچانک گہرا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ مگر سورج کے ڈوبنے کے ساتھ ہی ایک ایسا انوکھا اور نرالا آسمان آپ کے سامنے نمودار ہوتا ہے جسے دیکھنا ایک عجیب خوبصورت اور حیران کن تجربہ ہے۔ چونکہ آپ خطِ استوا پر ہیں تو جنوبی اور شمالی دونوں کُرّوں کے ستارے نظر آتے ہیں جیسا اور کہیں نہیں ہوتا۔

سورج کے ڈوبتے ڈوبتے ہی زہرہ یعنی Venus جھلملانے لگتا ہے۔ پہلے پورا افق نارنجی

ہو جاتا ہے گویا وہاں شعلے لپک رہے ہیں۔ پھر ایک دم اندھیرا ہوتا ہے اور شام کا پہلا ستارہ چمکتا نظر آتا ہے۔

پھر پل پل مزید ستارے اپنا چمکتا ہوا چہرہ دکھاتے جاتے ہیں۔ شام کی خوبصورت پر کیف خاموشی میں آسمان پر ایسی کہکشائیں جھلملانے لگتی ہیں جنہیں ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ صاف شفاف فضا کی وجہ سے تارے بہت کثرت سے نظر آتے ہیں اور بیحد چمکدار دکھائی دیتے ہیں۔ مالدیپ کا آسمان ایک عام انسان اور ایک ستاروں کا علم رکھنے والے Astronomer دونوں کو حیران کر دیتا ہے۔

زین, زارا, بڑی آپا اور روبی آپا کا بھی یہی حال ہوا.
بچوں کے تو منہ کُھلے کے کُھلے رہ گئے۔
زین ان دنوں سکول میں خلا، ستاروں اور سیاروں کے بارے میں پڑھ رہا تھا۔ مگر یہاں کے آسمان نے تو اسے حیران کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے دوستوں کو اس حیرت انگیز نظارے کے بارے میں کیسے بتائے۔ کچھ منظر نہ کوئی لفظ بیان کر سکتے ہیں نہ تصویر۔

بس وہ دل میں ایک حسین یاد بن کر ہی رہتے ہیں۔ کچھ دیر میں چاند نکل آیا۔
ارے دیکھیں آپا ہمارے ہاں تو چاند کی اوپر کی دونوکیں ترچھی ہوتی ہیں مگر یہاں چاند ہمارے بالکل اوپر سیدھا کھڑا ہے۔" زین حیران ہو کر بولا"۔

اسلئے کہ ہم کرۂ ارض کے بالکل درمیان کھڑے ہیں۔ یہاں سورج، چاند اور تمام ستارے ہمارے بالکل اوپر عمودی رخ پر طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں قطبی ستارہ نظر نہیں آتا۔ وہ پہلے ہی سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

ہم جیسے شہروں میں رہنے والوں کے لئے جو سلیٹی رنگ کے گرد آلود آسمان کو دیکھنے کے عادی ہیں۔ ستاروں سے جڑا ہوا یہ آسمان تو ایک کمال ہی ہے۔ روبی آپا بھی ایک ٹھنڈا سانس بھر کر بولیں۔ بچو اس نظارے کو آنکھوں میں بسا لو۔ ایسا آسمان شاید ہی کہیں اور دکھائی دے۔

ایک ہفتہ تو جیسے خواب کی طرح گزر گیا۔ صبح سویرے سمندر کی تہہ میں اتر کر رنگین مچھلیوں کے ساتھ تیرتے پھرنا۔ لہراتے کورل کے حسین شوخ رنگ دیکھنا۔ سنہری ملائم ریت پر ننگے پاؤں کھیلنا اور ریت کے قلعے بنانا۔ ناریل کے درختوں سے گھرے جھنڈ میں نیلے آسمان اور فیروزی سمندر کے درمیان بیٹھ کر مزیدار کھانے کھانا۔ سکول کا کام بھی یہاں تو ایک تفریح ہی لگ رہا تھا۔ شام کو غروب آفتاب کا حسینِ نظارہ۔ رات کو چمکتے ستاروں کے نیچے آرامدہ کرسیوں پر لیٹ کر باتیں کرنا۔ اسی طرح ایک ہفتہ گزار کر اس خوابوں کی جادونگری سے وہ سب واپس حقیقت کی دنیا میں لوٹ آئے۔ مگر وہاں کی حسین یادیں زندگی بھر انکے ساتھ رہیں گی۔

سیر دنیا تماشہ سلسلے میں شامل کتابیں:

سیر دنیا تماشہ دبئی

سیر دنیا تماشہ مالدیپ

سیر دنیا تماشہ استنبول

Since 1963
علیگڑھ پبلشرز